بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور مذہبی رواداری

بہ سلسلہ ''خدا کی پادشاہت''

غالباً آپ نے سنا ہو گا کہ ایک مکتب میں جب بچوں کو شرارت سوجھتی اور وہ مولوی صاحب کے پنجہء استبداد سے کم از کم کچھ وقت کے لئے چھوٹنا چاہتے تو وہ منظم سازش کرتے' ایک آتے ہی کہتا اوہو! قبلہ خیریت ہے۔ آج نصیب اعدا کچھ طبیعت مضمحل سی نظر آتی ہے۔ مولوی صاحب فرماتے کہ ہاں بھائی رات کچھ دیر سے سویا اچھی طرح نیند نہیں آئی۔ رفت گذشت۔ دوسرا آتا اور السلام علیکم کے بعد مولوی صاحب کے چہرہ پر متردّدانہ نگاہ ڈال کر پوچھتا کہ مولانا خیریت ہے! آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں' چہرے پر کچھ تمازت کے آثار بھی ہیں۔ مولوی صاحب فرماتے کہ ہاں بھئی کچھ اعضاء شکنی سی محسوس ہو رہی ہے۔ تیسرا ابھی آ کر بیٹھنے بھی نہ پاتا کہ ایک گہری تشویش سے پوچھتا کہ مولوی صاحب' مزاج گرامی میں کچھ خرابی سی نظر آ رہی ہے اب مولوی صاحب کا دل بھی ڈوبنا شروع ہو جاتا' فرماتے کہ ہاں کچھ حرارت سی محسوس ہو رہی ہے۔ چوتھا طالب علم ابھی آنے بھی نہ پاتا کہ مولوی صاحب لحاف اوڑھے حجرے میں دراز ہیں اور نبض پر ہاتھ رکھو تو

سچ مچ تپ چڑھ رہی ہے۔

مولوی صاحب کے بخار آ جانے کا واقعہ افسانہ ہو یا حقیقت' لیکن اس میں کچھ کلام نہیں کہ پروپیگنڈا اگر منظم طریقہ سے کیا جائے تو فی الواقع قلب ماہیت پیدا کر دیتا ہے۔ اشیاء کی نوعیت اور دیکھنے والوں کی نگاہوں کے زاویے بدل دیتا ہے۔ جو چاہتا ہے منوا لیتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے تسلیم کرا لیتا ہے۔ یہی وہ سحر سامری ہے جس کی نگاہ بندی سے قوموں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ **لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا۔ (۷/۱۷۹)** آنکھیں اپنی ہیں لیکن دیکھتے کسی اور کی عینک سے ہیں۔ کان اپنے ہیں' لیکن سنتے کسی اور کے آلہء صوت سے ہیں۔ دل اپنے ہیں' لیکن سمجھتے کسی اور کے دماغ سے ہیں **أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ** بالکل ''ہز ماسٹرز وائس'' ہوتے ہیں۔

اسلام کے ساتھ بھی دنیا میں ایسا ہی ہوا ہے۔ اس نے ابھی اپنی تربیت گاہ سے قدم باہر نکالا ہی تھا کہ یورپ کے ارباب حل وعقد کو اس سے خواہ مخواہ ایک خطرہ محسوس ہوا اور انہوں نے اس کا بہترین علاج یہی سوچا کہ اسلام کو اس کے اصلی خدوخال میں کہیں ظاہر ہی نہ ہونے دیا جائے۔ ارباب سیاست کے پیش نظر کچھ اپنی مصلحتیں تھیں' خداوندان مذہب اپنی سیادت کا تحفظ چاہتے تھے۔ چنانچہ دونوں گروہ اس مشترکہ مقصد کو لے کر اٹھے اور زبان وقلم کے زور سے اسلام کی ایک ایسی بھیانک تصویر کھینچی کہ غیر تو غیر خود اپنے بھی جب اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھیں تو کانپ کر رہ جائیں۔ جب دول یورپ کا تسلط دیگر ممالک پر ہوا تو انہوں نے وہاں بھی اس مقصد کو فراموش نہیں ہونے دیا اور چونکہ قاعدہ ہے کہ حاکم قوم کی ہر ادا میں اک شانِ خداوندی نظر آیا کرتی ہے۔ لہٰذا اقوام یورپ نے اسلام کی تصویر کے جو جو ایڈیشن شائع کئے۔ دل ودماغ کے چوکھٹوں میں فریم کرا کے رکھے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیائے تہذیب وتمدن میں جہاں کہیں اسلام کا نام

آ تا ہے قتل وغارت گری' بربادی وتباہی' ہلاکت وخوں ریزی' جور وتظلم' ستم واستبداد کے خونی مناظر ایک ایک کر کے آنکھوں کے سامنے آ جاتے ہیں۔ جن میں نظر آ تا ہے کہ '(معاذ اللہ) وحشی وخوں خوار جنگلی انسانوں کے غول کے غول نیزوں اور تلواروں کی جھنکار میں سیل حوادث کی طرح کف بر دہاں بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ جن کے جلو میں سبعیت و بربریت کے مجسمے ہولناک آہن پوش جنات کی شکل میں آگ اور خون کی ہولی کھیلتے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں میں امنڈتے چلے آتے ہیں اور اس قہر خداوندی' اس سیلاب بلا' اس طوفان بدتمیزی کے سامنے تہذیب وتمدن' علم وعمرانیت' عدل وانصاف' عفت و عصمت' مذہب ومسلک ایک ایک کر کے جڑ سے اکھڑتے چلے جاتے ہیں۔ مظلوموں کی فریاد' یتیموں کی آہ وبکا' بیواؤں کا نالہ وفغاں آسمان تک جاتا اور ٹکرا کر واپس آ جاتا ہے' کہ گویا (نعوذ باللہ) اس خوں خوار قوم کے خدا کا دروازہ ان سب کے لئے بند ہے۔ جہاں جہاں سے یہ قیامت صغریٰ گذرتی ہے آبادیاں ویرانہ بن جاتی ہیں۔ بستیاں اجڑ جاتی ہیں۔ کتب خانے جل کر راکھ کا ڈھیر رہ جاتے ہیں۔ تہذیب وتمدن کے آئینہ دار قصر شاہی کھنڈرات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ کہیں ٹوٹی ہوئی صلیبوں کے انبار نظر آتے ہیں' کسی جگہ زنار کا ڈھیر دکھائی دیتا ہے۔ مندر ویران ہیں۔ گرجے مسمار ہیں۔ نہ برہمن کو کہیں امن ہے نہ کلیسا کے راہب کے لئے ایمن۔ نہ عورتیں محفوظ ہیں' نہ بچے مصئون۔ کچھ قتل کر دیئے گئے' جو باقی بچ گئے وہ ناک میں نکیل ڈلوائے حبشی سرداروں کے کوڑے کھاتے نخاس کی طرف گھسٹتے چلے جا رہے ہیں کہ وہاں انسانیت عظمیٰ دو دو ٹکوں میں فروخت کی جائے۔

غرضیکہ یہ ہے وہ تصویر جو اسلام کے نام کے ساتھ ہی سامنے آ کر آنکھ کی پتلیوں میں سکتہ پیدا کر دیتی ہے۔ دیکھنے والے کا خون کھولنے لگتا ہے۔ حقارت وتنفر انتقام ومواخذہ کے بخارات قلب سے اٹھ کر دماغ پر چھا جاتے ہیں اور اسے اس ''عالم سوز تہذیب اور ننگ انسانیت تمدن'' کو امن وسلامتی کی دنیا سے مٹا دینے کی مختلف تدابیر و

خیالات کی جولانگاہ بنا دیتے ہیں۔ آیئے آج کی مختصر سی صحبت میں دیکھیں کہ جس تصویر کا یہ ایڈیشن آپ کے سامنے ہے اس کے صحیح خطوط کیا ہیں اور جس تہذیب و تمدن کو تلوار اور آگ کی نسبت سے انسانیت سوز سمجھا جا رہا ہے اس کی اصلیت کیا ہے۔ اسلام کی صورت مسخ کرنے والوں کی یہ بے باک جرأتیں فی الحقیقت قابل داد ہیں کہ یہ سب کچھ ایک ایسے مذہب کے متعلق پیش کیا جاتا ہے جس کا اصل دستور اساسی ایک ایک حرف اور نقطہ کی صحت کے ساتھ آج دنیا کے ہر کتب فروش کی دوکان سے مل سکتا ہے۔ اور جس کے صحیح علم برداروں کا ایک ایک نقش قدم مستند تواریخ کے اوراق پر جلی اور نمایاں نظر آتا ہے۔ اس مضمون میں ہم بتانا صرف یہ چاہتے ہیں کہ خدا کی بادشاہت میں غیر مسلموں کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جائے گا۔ ہم اس وقت تعلیمی اسناد کے بجائے تاریخی اشتہاد سے واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حکومت الٰہی میں پوری طاقت اور قوت کے ہوتے ہوئے محکوم و مفتوح غیر مسلموں کے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھا جاتا تھا اور انہیں بالخصوص مذہبی آزادی کس درجہ حاصل تھی۔ اس مضمون میں ہم تاریخی شہادات بالعموم غیر مسلم مصنفوں اور مورخوں کے حوالوں سے پیش کریں گے تاکہ کسی قسم کے تعصب، جنبہ داری اور رجحان قلبی کا شائبہ نہ رہے یہ بھی واضح رہے کہ وہ سلطنت جسے ہم ''خدا کی بادشاہت'' کے مقدس نام سے منسوب کرتے ہیں۔ قرن اولیٰ کے ایک مختصر سے عرصہ پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد جو حکومت قائم ہوئی اسے آپ مسلمانوں کی سلطنت تو کہہ سکتے ہیں لیکن صحیح معنوں میں خدا کی حکومت نہیں کہہ سکتے۔ بایں ہمہ اس حکومت میں بھی چونکہ مسلمانوں کے سامنے قرآنی تعلیم اور اسلامی روایات کے نقوش موجود تھے۔ اس لئے غیر مسلموں سے رواداری کے باب میں اس زمانہ میں بھی ہمیں ایسی ایسی مثالیں ملتی ہیں جو دوسرے مذہب کی سلطنتوں میں معدوم ہیں۔

اگرچہ غیر اقوام کے ساتھ ربط و ضبط تو عہد رسالت مآب صلعم سے ہی شروع ہو

گیا تھا اور فتح خیبر یہود مدینہ اور فتح مکہ جیسے مقامات پر جس قسم کی رواداری کی مثالیں ملتی ہیں تاریخ ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ لیکن بہ حیثیت حکومت عہدِ فاروقی سے اس کا سلسلہ بڑھا ہے اور چونکہ اس عہد کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے ہم شروع میں اسی عہد کے چند ایک واقعات پر نظر ڈالتے ہیں۔ اسلامی عہدِ حکومت میں غیر مسلم رعایا کو ذمی کہا جاتا تھا۔ جب یوروشلم فتح ہوا ہے تو وہاں کے ذمیوں کے ساتھ ایک عہد نامہ ہوا' اس کے اقتباسات سے اندازہ فرمایئے کہ بحیثیت فاتح۔ مغلوب ومفتوح قوم کے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھا گیا۔

"یروشلم کی غیر مسلم رعایا کو ان کی جان و مال' اولاد اور عبادت گاہوں' صلیبوں اور ہر اس چیز کی جو ان کی ملکیت میں ہے حفاظت کی ضمانت دی جاتی ہے۔ ان کی زمینوں اور ان کے مذہب میں کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا' ان کے کلیساؤں کو نہ تو منہدم کیا جائے گا اور نہ کسی قسم کا اور نقصان پہنچایا جائے گا' ان کے اوقاف اور ان کے وقار کو بحال رکھا جائے گا۔ اہل یروشلم کو اپنے مذہب کی پابندی میں ہر قسم کی آزادی ہوگی اور ان پر کسی قسم کا ظلم وستم روا نہ رکھا جائے گا۔"[1]

فتح یروشلم کے بعد حضرت عمرؓ جب گرجے کا ملاحظہ فرما رہے تھے تو وہیں نماز کا وقت آ گیا بطریق نے کہا کہ آپ وہیں نماز ادا کر لیں لیکن آپ نے اس بنیاد پر انکار کر دیا کہ مبادا بعد میں آنے والے مسلمان سنتِ عمرؓ کی تقلید میں اس گرجا کو مسجد میں تبدیل کر لیں۔ تالیف قلوب۔ بالغ نظری اور مذہبی رواداری کا یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے سر ولیم میور جیسا متعصب بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا اور اس نے اپنی کتاب (The Caliphate-- It's Rise and Fall.) میں اس کا ذکر کیا ہے حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ جملہ اقوامِ عالم میں مذہبی تعصب جنون کی حالت تک پہنچ چکا تھا۔ اسی

1- The Eclips of Christianity in Asia – by Laurance B. Brown-P.39.

یروشلم میں مسلمانوں کی فتح سے پیشتر ہرقل نے ایک قیامت برپا کر رکھی تھی۔ فلسطین، شام، ایشیائے کوچک اور مصر سے تمام یہودیوں کے اخراج کا حکم عام تھا اور ان پر جس قدر مظالم توڑے جاتے ان کی کبھی دادرسی نہ ہو سکتی تھی۔ غیر مذاہب والوں سے ہی نہیں بلکہ خود عیسائی جو اس خاص فرقہ[1] سے متعلق نہ تھے جس کا ہرقل پیرو تھا ہر قسم کے مظالم کا شکار ہوتے تھے۔ چنانچہ یعقوبی فرقہ کا ایک بطریق لکھتا ہے کہ:-

''ہرقل نے اپنی مملکت میں اعلان کر رکھا تھا کہ جو عیسائی اس کے مشرب و مسلک سے متعلق نہ ہو اس کا ناک اور کان کاٹ دیئے جائیں اور اس کا گھر بار لوٹ لیا جائے یعقوبی فرقہ کے عیسائیوں کو ہرقل اپنے سامنے نہیں آنے دیتا تھا۔ لہٰذا ان کی کہیں شنوائی نہ ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ خدائے جبار نے بنی اسماعیل کے گھرانے سے ایک ایسی ہستی کو مبعوث کر دیا جس نے ہمیں ظالم رومیوں کے پنجۂ استبداد سے نجات دلائی۔ چونکہ ان علاقوں کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے کسی عیسائی سے اس کے مذہب کے معاملہ میں تعرض نہ کیا۔ جو معبد کسی کے قبضہ میں تھا وہ اسی کے پاس رہنے دیا۔ اس لئے یہ تو نہ ہو سکا کہ ہمارے چند ایک گرجے جن پر Chalcedonian قبضہ کر چکے تھے واپس مل جاتے، لیکن ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رومیوں کے مظالم سے چھوٹ گئے اور ہمیں عربیوں کے ساتھ امن کی زندگی میسر آئی۔''[2]

یہی حالت مصر میں تھی۔ ایک آرمینین عیسائی۔ ابوصالح۔ جو تیرھویں صدی کے شروع میں ہوا ہے، لکھتا ہے:-

''یہ ایسا وقت تھا کہ شہنشاہ (قیصر) قدیم مذہب کے پرستار عیسائیوں پر بے حد ظلم و ستم کرتا تھا اور انہیں زبردستی اپنے فرقہ میں داخل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ہرقل اور مقوقس کے ہاتھوں حقیقت پسند عیسائیوں نے بے حد تکالیف

1-Chalcedonian. 2-Chronique de Michel le Syrian-II-412-413.

اٹھائیں۔ جب مظالم انتہا کو پہنچ گئے تو ملت حنفیہ کی ایک قوم اٹھی جس نے رومیوں کے نخوت وتکبر کو توڑا اور مصر کو فتح کر کے یعقوبی فرقہ کے عیسائیوں کو رومیوں کے مظالم سے نجات دلائی۔''[1]

چنانچہ فتح مصر کے وقت حضرت عمر بن عاصؓ نے تمام اہل مصر کو ایک شرائط نامہ لکھ کر دیا جس کی رو سے ان کی املاک' نفوس اور اولاد سب محفوظ تھیں۔ ان کو کامل مذہبی آزادی حاصل تھی ان کے گرجے اور معبد بالکل مصئون تھے اور دشمنوں کے حملوں سے ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ تھی۔[2]

فتح دمشق کے وقت ایک ایسا واقعہ پیش آیا جسے بڑے بڑے مقنن اور سیاست داں سنتے ہیں اور انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ مسلم افواج دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں۔ ایک طرف حضرت خالدؓ تھے۔ دوسری طرف ابوعبیدہؓ۔ حضرت خالدؓ ایک رات خندق پار کر کے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے۔ نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا اور مسلم فوج درانہ شہر میں گھس آئی۔ عیسائیوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو فوراً دوسری طرف جا کر چپکے سے حضرت ابوعبیدہ سے صلح کر لی۔ چنانچہ ایک طرف سے حضرت خالدؓ بحیثیت فاتح شہر میں بڑھتے چلے گئے اور دوسری طرف سے ابوعبیدہؓ بحیثیت حلیف بڑھتے آئے وسط شہر میں دونوں فریق آملے۔ نصف شہر بہرحال لڑائی میں فتح ہوا تھا اور اس حصہ کے ساتھ ان شرائط کے ماتحت سلوک ہونا چاہئے تھا جو بحیثیت فاتح اہل دمشق سے بعد میں ملے ہوئیں۔ لیکن حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ چونکہ انہوں نے اہل شہر سے صلح کر لی ہے اور وہ انہیں امان دے چکے ہیں اس لئے ان سب کو حلیف ہی شمار کرنا چاہئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اہل شہر سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا گیا۔ حالانکہ ایفائے عہد کے متعلق یونان کے مقنن اعظم سولن نے لکھا

1-The Churches and Monastries of Egypt.P-30-31. 2-Preaching of Islam-Arnold

ہے ''معاہدہ مکڑی کا جال ہے جو اپنے سے کمزور کو الجھا دیتا ہے اور اپنے سے قوی کے سامنے ٹوٹ جاتا ہے۔''

جب مسلمانوں کی افواج وادیء جروان میں پہنچیں تو وہاں کے عیسائیوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ :-

''اے مسلمانو! ہم تمہیں بازنطینی حکمرانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہمارے ہم مذہب ہیں۔ اس لئے کہ تم معاملہ میں ان سے کہیں بہتر ہو اور ہم سے ہمیشہ عدل و انصاف سے پیش آتے ہو اور تمہاری حکومت ان سے بدرجہا اچھی ہے کہ انہوں نے تو ہمارے گھربار ہم سے چھین لئے۔''[1]

حمص میں مسلمانوں نے کچھ عرصہ تک اپنی چھاؤنی رکھی۔ عیسائیوں کی افواج نے جب دوبارہ حملہ کیا تو حمص کے عیسائیوں نے اپنے شہر کے دروازے بند کر لئے اور ان سے کہہ دیا کہ جاؤ تم سے ان مسلمانوں کی حکومت ہزار درجہ بہتر ہے۔ چنانچہ جب مسلمانوں کو فوجی ضرورت کے ماتحت کسی دوسری جگہ منتقل ہونا پڑا تو اہل شہر روتے تھے اور التجائیں کرتے تھے کہ خدا کے لئے جلدی واپس آنا کہ کہیں رومن عیسائی پھر ہم پر حکومت کرنے کو نہ آ جائیں۔[2] اللہ اللہ!

تو نخلِ خوش ثمرے کیستی کہ باغ و چمن
ہمہ ز خویش برید ند و با تو پیوستند

اسی حمص کا واقعہ ہے کہ مسلمانوں نے ان سے سال بھر کا خراج وصول کیا۔ لیکن چھ مہینہ بعد انہیں دوسری جگہ جانا پڑ گیا تو حضرت عمرؓ نے حکم بھیجا کہ نصف خراج اہل شہر کو واپس کر دو کہ جب ان کی حفاظت ہی نہیں تو اس حفاظت کے بدلے میں خراج کیسا؟[3] کیا ایسی مثال کسی اور تاریخ میں آپ کو مل سکتی ہے؟

جبلہ بن ایہم کا واقعہ مشہور ہے کہ جب طواف کعبہ کے دوران میں اس کی چادر

1-2-3-Preaching of Islam-Arnold..

ایک اعرابی کے پاؤں تلے آ گئی تو اس نے اعرابی کے منہ پر طمانچہ مارا' اعرابی نے فوراً اس کا جواب ویسے ہی طمانچہ میں دیا۔ شہزادہ جبلہ نے حضرت عمرؓ کے سامنے اس کی شکایت کی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسلام کے نزدیک تو ایک شہزادہ اور ایک ادنیٰ دہقانی کا ایک درجہ ہے تو اس نے پھر سے عیسائی ہو جانا چاہا اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں ہمارے نزدیک تو تمہارے لئے تینوں راستے کھلے ہیں یا مسلمان رہو یا عیسائی ہو کر جزیہ ادا کرو یا جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنی تیس ہزار فوج کے ساتھ ایشیائے کوچک کی طرف چلا گیا۔[1]

سب سے بڑا الزام جزیہ کے متعلق عائد کیا جاتا ہے اور ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ غیر مسلم رعایا سے یہ ''جرمانہ'' ان کے مسلمان نہ ہونے کے جرم کی بناء پر وصول کیا جاتا تھا۔ حالانکہ اس کی حقیقت بالکل جداگانہ ہے۔ مسلمانوں کو اپنی آمدنی کا چالیسواں حصہ حکومت کو ادا کرنا پڑتا تھا اور اس کے علاوہ ہر قسم کی فوجی خدمت بھی ان کے ذمہ تھی۔ غیر مسلم رعایا جو مسلمانوں کے زیر حکومت رہتی تھی ان کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمان حکومت پر لازم تھی۔ وہ فوجی خدمت سے مستثنیٰ تھے۔ اگر ان سے اس حفاظت کے اخراجات کی مد میں کچھ وصول کر لیا جائے جو مسلمانوں کی زکوٰۃ سے بھی کم تھا تو اس میں اندھیر کیا ہے؟ عورتیں' بچے' بوڑھے' اپاہج اور مذہبی رہنما اس سے مستثنیٰ تھے۔[2]

اور پھر اس جزیہ کی مقدار کتنی تھی؟ معمولی حیثیت والے سے ۱۲- سالانہ' متوسط درجہ والے سے ۸- اور اس سے آگے خواہ کوئی کروڑ پتی ہو زیادہ سے زیادہ بارہ روپے سالانہ۔ حالانکہ ایک کروڑ پتی مسلمان سے کم از کم اڑھائی لاکھ روپیہ سالانہ بطور زکوٰۃ وصول کیا جائے گا۔ صدقات و خیرات اس کے علاوہ ہوں گے اور اس مالی قربانی کے ساتھ ساتھ جب ضرورت لاحق ہوگی تو یہ جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جنگ میں بھی شریک ہوگا اور ذمی رعایا کے مال' جان' مذہب' معابد کی حفاظت کرے گا۔ یعنی ایک ذمی رئیس بارہ روپیہ

1-Eclips of Christianity. 2-Khalifs and their Non-Muslims subjects-Tritton.

ادا کر کے نہایت اطمینان سے اپنے گھر میں بیٹھا رہے گا اور اسی حیثیت کا ایک مسلمان اڑھائی لاکھ روپیہ ادا کرنے کے بعد اس ذمی کے محافظ کی حیثیت سے میدان کارزار میں دشمن کی شمشیر و سنان کا مقابلہ بھی کرے گا۔ دشمن کی گولیاں ہوں گی اور مسلمانوں کا سینہ جو غیر مسلم رعایا کی حفاظت کے لئے سپر کا کام دے گا۔ مسلمانوں سے پیشتر ساسانیوں نے عیسائی رعایا پر جو ٹیکس لگا رکھا تھا وہ ساسانی رعایا سے دگنا ہوتا تھا اور اس کے جواز میں شاہ ساپر دویم نے کہا تھا کہ لڑائی ہمیں لڑنی پڑتی ہے اور یہ مزے میں بیٹھے رہتے ہیں' دگنا کیوں نہ ادا کریں؟[1] مسلمانوں کے عہد حکومت میں جب کوئی غیر مسلم فوجی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیتا تو اس سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ چنانچہ جراجمہ کے عیسائی قبیلہ نے اس رعایت سے فائدہ اٹھایا۔[2] اہل حیرہ نے جزیہ دیا تو ان سے یہ شرط تھی کہ ان پر خواہ مسلمان حملہ آور ہوں خواہ غیر مسلم ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہوگی۔[3] اور ہم حمص کے واقعہ میں دیکھ چکے ہیں کہ جب مسلمان حفاظت کی ذمہ داری سے سبک دوش ہوئے تو باقی ماندہ زرجزیہ ذمیوں کو واپس کر دیا۔ کیا اس کے بعد بھی یہی سمجھا جائے گا کہ جزیہ غیر مسلموں سے اسلام قبول نہ کرنے کے جرم کی پاداش میں وصول کیا جاتا ہے؟

ذمیوں کے حقوق کا مسلمانوں کو اس قدر خیال رہتا تھا کہ حضرت عمرؓ کے آخری الفاظ یہ تھے:

> ''میں ذمیوں کے حقوق اب اپنے جانشین کے سپرد کرتا ہوں ان کو خدا اور رسولؐ نے پناہ دے رکھی ہے۔ اس لئے میرے جانشین کو خیال رکھنا چاہئے کہ جو معاہدے ان کے ساتھ ہوئے ہیں ان پر شدت سے پابندی ہو اور ان پر کسی قسم کا زائد بوجھ نہ ڈالا جائے۔[4]

حضرت عمرؓ کے خلاف بعض الزامات عائد کئے جاتے ہیں کہ انہوں نے مذہب کے معاملہ میں عیسائیوں پر کچھ پابندیاں عائد کر رکھی تھیں لیکن سر تھامس آرنلڈ نے

1-Introduction to the History of the Asyrian Church-Wigram..2-3-Arnold's Preaching of Islam.4-طبقات ابن سعد جس کی تائید آرنلڈ نے بھی کی ہے۔

(Caetin.) وغیرہ کے حوالہ سے اس کی تحقیق کی ہے کہ یہ تمام الزامات بعد کی اختراع ہیں اور ابن حزم سے پہلے ان کا ذکر بھی نہیں ملتا۔ اس کے برعکس یہ واقعات بھی حضرت عمرؓ کے عہد کے ہیں کہ انہوں نے ذمیوں کے جان و مال کو مسلمانوں کے جان و مال کے برابر قرار دیا اور اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دیتا تو حضرت عمرؓ اس مسلمان کو ذمی کے قتل کے بدلے میں قتل کرا دیتے۔ انہوں نے تمام زمینیں ذمیوں کے قبضہ میں رہنے دیں اور یہ حکم دے دیا کہ کوئی مسلمان کسی ذمی کی زمین کو خرید نہیں سکتا۔ ذمیوں کے علاقہ کے متعلق کوئی معاملہ پیش آتا تو انہی کے نمائندوں سے اس کے بارہ میں مشاورت ہوتی۔ قاعدہ تھا کہ جو شخص اپاہج اور ضعیف ہو جاتا اور محنت و مزدوری سے کسب معاش نہ کر سکتا تو اس کے لئے بیت المال سے کچھ وظیفہ مقرر ہو جاتا' مساوات کی یہ انتہا ہے کہ اس رعایت میں مسلمانوں کے ساتھ ذمی بھی برابر کے شریک تھے۔ چنانچہ ابن ولید نے حیرہ کے ذمیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے اس میں یہ شرط بھی داخل تھی۔ خلافت راشدہ کے بعد اگر چہ حکومت ملوکیت میں تبدیل ہو گئی' لیکن روح اسلامی ابھی مسلمانوں میں موجود تھی چنانچہ عہد بنی امیہ اور عہد عباسیہ میں بھی ہمیں مذہبی رواداری کے درخشندہ واقعات صاف صاف نظر آتے ہیں۔ خلیفہ عمرو بن عبدالعزیزؒ نے حکم دے رکھا تھا کہ کوئی گرجا کوئی صومعہ گرایا نہ جائے۔[1]

خلیفہ ہشام کے لڑکے نے ایک مرتبہ شکایت کی کہ ایک مسلمان کو ایک عیسائی نے مارا ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ اس سے کہو کہ عدالت میں جا کر چارہ جوئی کرے۔ مسلمان اور عیسائی کی تمیز کیسی۔[2]

خلیفہ المامون کے وقت میں ایک پادری یزدان بخت دربار میں آیا' مسلمانوں سے اس نے مباحثہ کیا اور ہار گیا۔ خلیفہ نے کہا اب مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کہا زبردستی یا اپنی مرضی سے۔ خلیفہ نے کہا اپنی مرضی سے اس میں زبردستی کوئی نہیں۔ اس نے کہا پھر تو

1-The Caliphate...Muir.. 2-Preaching of Islam-Arnold.

میں مسلمان نہیں ہوتا۔ چنانچہ خلیفہ نے حکم دیا کہ اسے فوجی حفاظت میں اس کی جائے پناہ تک پہنچا دیا جائے۔ مبادا کوئی نادان اسے نقصان پہنچا دے۔[1] عہد عباسیہ میں نسطورین فرقہ کے عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت کا تنازع ہو گیا۔ ایک مسلمان مارا گیا جس سے مشتعل ہو کر مسلمانوں نے ان کے گرجے پر حملہ کر دیا۔ گرجے کو اتفاقیہ آگ لگ گئی۔ عیسائیوں نے مسلمان قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ چنانچہ ابو حامد اسفرائینی اور ابو بکر خوارزمی جیسے جلیل القدر مفتین کی رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ جس شخص نے گرجے پر حملہ کرنے میں سابقت کی ہے وہ مجرم ہے اسے اس کے جرم کی سزا دی جائے۔[2] ان واقعات سے اس زمانہ کی عام مذہبی آزادی کا پتہ چل سکتا ہے۔

مصر میں سلطان صلاح الدین کے وقت میں عیسائی اچھے اچھے عہدوں پر متمکن تھے۔ سیکریٹری' اکونٹنٹ' رجسٹرار بالعموم عیسائی ہوتے تھے۔[3] مسٹر لارنس ای براؤن نے لکھا ہے کہ مصر میں عیسائیوں پر سوائے خلیفہ الحاکم کے عہد کے جو درحقیقت دیوانہ قرار دیا جاتا تھا کبھی ظلم وستم نہ ہوا اور جہاں کہیں عیسائیوں نے کچھ مصیبتیں اٹھائیں وہ ان کی باہمی خانہ جنگیوں کی وجہ سے تھیں۔[4] جنگ صلیبی کے وقت بہت سے عیسائی مسلمانوں کے کیمپ میں پناہ گزیں ہو گئے اور مسلمانوں نے ان کو امان دی۔ ان میں سے کچھ تو واپس چلے گئے اور بہت سے وہیں ملازم ہو گئے اور اپنے آبائی مذہب پر بدستور قائم رہے اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا گیا۔ انہی حالات کی روشنی میں سر آرنلڈ نے لکھا ہے کہ:-

''اگر خلفائے عباسیہ چاہتے تو جس طرح از بلا اور فرڈی ننڈ نے ہسپانیہ سے اسلام کو خارج کر دیا تھا یا لوئیس چہاردہم نے فرانس میں پراٹسٹنٹ کے عیسائی فرقہ کو مجرم قرار دے دیا تھا وہ بھی ایشیائے کوچک سے عیسائیت کو خارج کر دیتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔''[5]

انہی صلیبی لڑائیوں کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک سرہنگ' فرنگی فوج سے ایک شیر

1-Preaching of Islam-- Arnold.2-4-Eclips of Christianity.3-5-Preaching of Islam-Arnold.

خوار بچہ اٹھالایا اس کی ماں رنج وغم سے بے قرار ہوگئی اور اپنے سرداروں کے پاس جاکر روئی۔ انہوں نے کہا کہ سلطان صلاح الدین ایک سچا مسلمان ہے اس کی خدمت میں جاکر عرض کرو۔ وہ روتی ہوئی آئی اور اپنی داستان سنائی۔ سلطان یہ کہانی سنتا جارہا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ اپنی کہانی ختم کرچکی تو سلطان غصہ سے کانپ رہا تھا۔ خود اٹھا' ساری فوج میں تلاش کیا۔ معلوم ہوا کہ بچہ بیچ دیا گیا ہے۔ اس کے دام ادا کرکے بچہ کو واپس منگایا اور اس کی ماں کی گود میں دے دیا اور سوار کراکے عزت کے ساتھ واپس پہنچا دیا۔

جس زمانہ میں سلطان رملہ کے متصل خیمہ زن تھا یافا میں انگلستانی بادشاہ رچرڈ بیمار پڑا۔ رچرڈ کے پاس اس وقت صرف دو تین سو سپاہی تھے۔ سلطان نے حکم دیا کہ بیمار دشمن پر حملہ کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ رچرڈ کے پاس کوئی انتظام نہیں تھا۔ سلطان اسے روزانہ برف اور میوہ بھیجتا تھا اور بعض مورخ تو لکھتے ہیں کہ سلطان خود طبیب بن کر اسے دیکھنے گیا اور اس کا علاج بھی کیا۔

جب فرنگی بیت المقدس میں سلطان کے محاصرہ سے تنگ آ گئے تو امان کے طالب ہوئے اس نے امان دے دی اور کہا کہ تمام فرنگی چالیس دن کے اندر اندر یہاں سے نکل جائیں۔ جب اسلامی فوج شہر میں داخل ہوئی تو سپاہیوں نے دیکھا کہ فرنگی اشرفیوں کے صندوق بھرے لئے جارہے ہیں سلطان سے جاکر کہا کہ فاتح فوج ایسی غنیمت سے کیوں محروم کی جاتی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ درست ہے لیکن بدعہدی ہمارا شیوہ نہیں۔

سلطان مراد ثانی کے مقابلہ میں جب صلیبی لشکر ہونیاد کی قیادت میں جو کیتھولک تھا میدان قوصوہ میں صف آرا تھا اس وقت ہونیاد کے ساتھی سلطان سربیا نے اس سے پوچھا کہ اگر تم کو فتح حاصل ہوگئی تو کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ سب کو کیتھولک بنا کر

چھوڑ دوں گا۔

لیکن جب یہی سوال سربیانے مراد کے پاس بھیجا تو اس نے جواب میں لکھا کہ میں اگر کامیاب ہوا تو ہر مسجد کے پہلو میں ایک ایک کنیسہ بنانے کی اجازت دے دوں گا تاکہ جس کا جی چاہے مسجد میں آئے جس کا جی چاہے کنیسہ میں جائے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ شاہ سربیانے ہونیادکا ساتھ چھوڑ دیا جس کی وجہ سے صلیبیوں کو شکست اٹھانی پڑی۔

ایک بار ایک عثمانی مفتی سے کسی نے سوال کیا کہ اگر دس مسلمان ایک یہودی یا عیسائی ذمی کے قتل میں شریک ہوں تو کیا وہ سب کے سب قصاص میں مارے جائیں گے۔ مفتی نے جواب دیا کہ بے شک دس نہیں ایک ہزار بھی۔

اگرچہ یہ شہادتیں تاریخی اعتبار سے کچھ کم وقیع نہیں لیکن عہد اسلامی میں غیر مسلم رعایا کی حالت کے متعلق کچھ ایسے بیانات بھی موجود ہیں جن پر کسی خارجی اثر' یک طرفہ میلان ورجحان یا کسی دباؤ کا امکان نہیں ہوسکتا۔ اس زمانے کے بعض عیسائی بطریق اور دیگر پادری اپنے اسقف وغیرہ کو خفیہ خطوط لکھتے رہتے تھے۔ اتفاق سے ان میں سے بعض خطوط دست یاب ہوگئے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی رعایا فی الواقع مسلمانوں کے عہدِ حکومت سے مطمئن اور خوش تھی' ورنہ ظاہر ہے کہ اگر انہیں کچھ بھی تکلیف ہوتی تو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر کیوں نہ لکھتے۔ ہم ان خطوط میں سے بعض کے اقتباسات ذیل میں درج کرتے ہیں۔

بطریق ایشوب سویم دیوار وشیر (فارس) کے سامین کے نام ایک خط کے دوران میں لکھتا ہے:-

''یہ طے یا عرب جن کو خدا نے اس زمین کی حکومت عطا کی ہے آپ کو علم ہی ہے کہ اب ہمارے پاس رہتے ہیں لیکن انہوں نے کبھی ہمارے مذہب پر حملہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ ہمارے مذہب کی عزت کرتے ہیں۔ ہمارے پادریوں

اور خدائے مسیحی کے اولیاء کی تعظیم کرتے ہیں' اور کلیساؤں اور خانقاہوں پر ان کی طرف سے الطاف واکرام کا سلوک کیا جاتا ہے۔'' [1]

چوں کہ اس بطریق کا زمانہ قریباً ۶۴۷ء لغایتہ ۶۶۰ء ہے اس لئے مصرحہ بالا خط حضرت عثمانؓ یا حضرت علیؓ کے عہد حکومت میں لکھا گیا ہوگا۔ یروشلم کے فرقہ ما لکی کا ایک بطریق قسطنطنیہ کے بطریق کے نام ایک خط میں رقم طراز ہے:۔

''مسلمان عادل ہیں اور ہم سے نہ کوئی بے انصافی کرتے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کی زیادتی روا رکھتے ہیں۔'' [2]

اسی طرح نزبن کے میٹروپولیٹن الیاس نے ۹۔۱۰۰۸ء میں لکھا ہے:۔

''مسلمانوں کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ان کی اطاعت اور محبت دیگر مذاہب کے لوگوں کی اطاعت سے زیادہ ہم کو متاثر کرتی ہے خواہ ہم ان کی رعایا ہوں یا نہ ہوں اور خواہ وہ ہم سے کیسا ہی سلوک کیوں نہ کریں اور یہ اس لئے کہ مسلمان اسے اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں کہ ہماری حفاظت کریں ا. ہم سے نیک سلوک کریں اور ان کا عقیدہ ہے کہ ان میں سے جو کوئی غیر مذہب والے کو ستائے گا نبی اکرم صلعم قیامت کے دن اس مسلمان سے مواخذہ کریں گے۔ [3] ان کا قانون ہمارے حقوق کو تسلیم کرتا ہے۔ اور ہمیں دیگر مذاہب سے متمیز قرار دیتا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی مسلمان نے جب کبھی ہم سے زیادتی کی ہے تو اس کے قانون نے اسے بتادیا ہے کہ اس نے یہ ناجائز کام کیا ہے۔ برعکس اس کے دوسرے مذاہب کے متبعین میں سے کسی نے اگر ہماری عزت کی ہے یا ہم سے نیک سلوک کیا ہے تو اسے اس کے قانون نے بتایا ہے کہ اس نے یہ اچھا کام نہیں کیا لہذا مسلمانوں نے اگر کہیں ہم پر زیادتی بھی کی ہے تو ان کے اس اعتراف کی بنا پر کہ انہوں نے یہ مستحسن کام

1-Eclips of Christianity. Assernanj III,Pt.II., 2-Boehier-P.31.,

۳۔ یہ ابوداؤد کی ایک حدیث کی بنا پر ہے (پرویز)

نہیں کیا ان کی زیادتی ہمارے لئے دیگر اہل مذاہب کے حسن سلوک سے
کہیں بہتر ہے کہ جس سلوک کی بناء پر ان کے قانون نے انہیں بتایا کہ انہوں
نے یہ برا کام کیا ہے''۔1

ان بیانات سے ظاہر ہے کہ غیر مسلم رعایا مسلمانوں کے عہد حکومت اور ان کے اصولوں کو کس قدر نعمت الٰہی سمجھتی تھی اور ان کو کس قدر اطمینان اور آزادی حاصل تھی۔ برعکس اس کے اس زمانے میں جہاں کہیں مسلمان عیسائی حکومت میں آباد تھے ان پر انتہائی عظالم توڑے جاتے تھے۔ ابی سینیا میں شاہ سیفا آراد نے حکم عام دے رکھا تھا کہ تمام ملک میں جتنے مسلمان ہیں یا تو عیسائی ہو جائیں یا ملک بدر کر دیئے جائیں یا جہاں ہوں وہیں قتل کر دیئے جائیں۔2

حالانکہ یہ وہ ابی سینیا ہے جو مسلمانوں کی وسعت ظرف کے صدقے میں عیسائیوں کے قبضے میں رہا تھا۔ نجاشی نے مسلمانوں کے سب سے پہلے مہاجرین کے قافلے کو سات آٹھ سال تک اپنے ہاں پناہ دی تو مسلمانوں نے اس احسان کا بدلہ اس انداز سے دیا کہ سات آٹھ سو سال تک جب کہ چین سے لے کر مراکش تک اسلامی پرچم لہراتا رہا حبش کی عیسائی سلطنت میں جو ایک مختصر سے قطعہ ارض پر مشتمل تھی۔ کبھی دخل انداز نہ ہوئے درآں حالیکہ نجاشی اول کا جانشین ہی مسلمانوں کے مخالف ہو گیا تھا اور 9ھ میں ایک دستہ فوج لے کر جدہ تک چڑھ آیا تھا۔ نبی اکرمؐ نے بجائے جنگ کرنے کے اس سے صلح کا برتاؤ کیا اور نجاشی کے احسان کے بدلے میں مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ

سالمو الحبشة ماسالمتكم

جب تک اہل حبش تم سے مصالحت رکھیں تم بھی ان سے مصالحت رکھنا۔

یہ تو تھا مسلمانوں کا طرز عمل حبش کے عیسائیوں کے ساتھ لیکن اسی حبش کا خود اہل کے عیسائیوں کے ہاتھوں کیا انجام ہوا دنیا اس پر شاہد ہے۔

1-The Eclips..... 2-Preaching of Islam.

اسپین میں جب مسلمان داخل ہوئے تو وہاں کی عیسائی سلطنت کے ماتحت یہودیوں پر ایک قیامت برپا تھی۔ انہوں نے یہودیوں کو ان کے پنجہء استبداد سے چھڑایا اور خود عیسائیوں کو ان کے مذہب میں کامل آزادی عطا کی۔ وہ اپنے معاملات کا تصفیہ اپنے قاضیوں سے کراتے۔ ہر قسم کے مذہبی تیوہار مناتے' نئے گرجے بھی تعمیر کرتے۔ آخری زمانہ میں عیسائی مذہبی جوش میں قرطبہ کے بازاروں میں آکر رسول اکرمؐ کی شان میں گستاخی برتتے۔ لیکن اسلامی حکومت کی طرف سے سزا صرف انفرادی مجرم کو دی جاتی۔ اس کے ہم مذہب دیگر افراد سے کوئی باز پرس نہ ہوتی اور تمام عیسائی رعایا امن واطمینان کی زندگی بسر کرتی۔[1] فتح قسطنطنیہ کے وقت ایک روسی مورخ کا بیان ہے کہ ''عیسائیوں کے مظالم سے غریبوں پر خدا کی دنیا تنگ ہو چکی تھی۔ مسلمان اس کے خرمن استبداد پر برق خاطف بن کر گرے۔ ان کے منصف اپنی امانتوں میں کبھی خیانت نہیں کرتے تھے۔[2]

فارس میں آتش پرستوں کے معبد بالکل محفوظ رہے۔ دسویں صدی یعنی فتح ایران کے تین سو سال بعد تک کے مؤرخین کے بیان کے مطابق عراق' فارس' کرمان' خراسان' آذربائیجان میں آتشکدے موجود تھے۔ المعتصم کے عہد میں ایک جرنیل نے ایک امام مسجد اور مؤذن کو دروں سے پٹا کہ ان کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ وہ ایک پرانے آتشکدے کو مسجد میں تبدیل کرانا چاہتے تھے۔ شیراز میں گیارھویں اور تیرھویں صدی تک غیر مسلم رعایا کے تیوہاروں کی تقریب میں شہر کے بازار آراستہ کئے جاتے اور یہ تیوہار بڑی دھوم سے منائے جاتے۔[3]

اسلام کی تعلیم کا کچھ ایسا تحیرانگیز اثر ہے کہ وہ گویا انسان کی فطرت ہی بدل دیتی ہے۔ چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کے چغتائی اور منگول قبائل تاریخ عالم میں وحشت وبربریت کے مجسمے تصور کئے جاتے ہیں ہر زبان میں ان کا نام آتش وخون کے حروف میں لکھا جاتا ہے۔ اس سے ان کے مذہبی تعصب وجنون کا اندازہ لگا لیجئے۔ چنگیز خاں اور بغرا خاں کے

1-Arnold's, 2-Karamsin-Vol.V.P-43., 3-The Caliphs and their Non-Muslim subjects P-107.

عہدِ حکومت میں یہ حکم عام تھا کہ جو شخص مسلمانوں کے طریق پر کوئی جانور ذبح کرے ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اسے قتل کر دے۔ لیکن یہی قبائل جب اسلام کے آغوش میں آئے تو ان کی مذہبی رواداری کی یہ کیفیت تھی کہ ازبک خاں نے پیٹر کے اسقف' کے نام ۱۳۱۴ء میں ایک منشور لکھا جس میں درج تھا کہ کوئی شخص حدودِ سلطنت کے اندر کسی عیسائی کے گرجا کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ اس کی جائیداد نہیں چھینے گا اور اس کے مذہب سے قطعاً تعرض نہیں کرے گا جو ایسا کرے گا۔ وہ حکومت کی جانب سے سزا کا مستوجب ہوگا اور اپنے خدا کے حضور اس کا جواب دہ۔''[1]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہندوستان کے متعلق کچھ زیادہ تفصیل سے لکھنا تحصیل حاصل ہے یہاں مسلمانوں کے عہدِ حکومت میں مذہبی رواداری کا زندہ ثبوت خود یہاں کی مردم شماری ہے۔ ہندوستان میں قریب ایک ہزار سال تک مسلمانوں نے حکومت کی اور اس میں ایسے ایسے وقت بھی آئے کہ کشمیر سے میسور تک اور گجرات سے بنگال تک ایک ہی مسلمان بادشاہ کا سکہ رواں تھا لیکن بایں ہمہ سلطنت مغلیہ کے اختتام پر مسلمانوں کی تعداد تین کروڑ سے کم تھی۔[2] اور جب ''تلوار'' ہاتھ سے نکل گئی تو اس اسی (80) سال کے عرصہ میں وہ تین گنا ہوگئی۔ ان اعداد و شمار سے اگر وہ تعداد خارج کر دی جائے جو غیر ہندی مسلمانوں اور ان کی اولاد پر مشتمل ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی پیش نظر رہے کہ ہندوستان میں کس قدر اسلامی مبلغ آئے اور انہوں نے غیر مسلم باشندوں کے دلوں میں کس قدر گہری عقیدت پیدا کر لی تو شمشیر بچاری کے حصہ میں سوائے بدنامی کے اور کیا رہ جاتا ہے۔

سب سے پہلے حجاج کے عہد میں غازی محمد بن قاسم کی زیر قیادت مسلمان سندھ میں آئے۔ سر ولیم میور لکھتا ہے کہ ''اس وقت مسلمانوں نے ہندوؤں کے تمام مندر اسی طرح رہنے دیئے' ان کو بت پرستی سے بہ جبر نہیں روکا۔ یہود' نصاریٰ' پارسی سب کو اجازت

1-Arnold's..

2- ڈاکٹر ہنٹر کی ایک بیان کی رو سے جب ہندوستان کی حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں گئی تو مسلمان کل آبادی کا دسواں حصہ تھے اور گورنمنٹ آف انڈیا کی مردم شماری کی رپورٹ بابتہ ۱۸۸۱ء کی رو سے مسلمان کل آبادی کا پانچواں حصہ۔ یعنی ۵ کروڑ۔ لیکن ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رو سے ۹ کروڑ (پرویز)۔

تھی کہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہیں اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اسلامی حکومت کے ہندوستان غیر مسلم ہی رہا۔"[1] محمود غزنوی کے حملے مسلم جور واستبداد کے لئے بطور ضرب المثل استعمال کئے جاتے ہیں لیکن انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا عیسائی مدیران تمام حملوں کے تذکرہ کے بعد لکھتا ہے کہ:-

"محمود نے مذہب کے بارے میں کہیں زبردستی نہیں کی بلکہ کئی جگہ اس نے اپنے اہل مذہب پر ہندوؤں کو ترجیح دی"۔

اسی طرح لالہ تلسی رام صاحب اپنی کتاب "واقعات ہند" میں لکھتے ہیں:-

"محمود نے بہ جبر کسی کو مسلمان نہیں بنایا نہ کسی ہندو کو اس لئے قتل کیا کہ وہ ہندو ہے"۔

ڈاکٹر بریز اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں:-

"مسلمانوں کی تدبیر مملکت کا یہ ایک جزو ہے کہ وہ ہندوؤں کی خصوصیات میں جن کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے دست اندازی کرنا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ ان کے مذہبی رسوم کو بجالانے میں ان کو آزادی دیتے ہیں۔"

اکبر کے عہد میں یہ رواداری تو گویا جانب داری کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ راجہ مان سنگھ کو مثلاً وہ اقتدار حاصل تھا جو شاید پرتھوی راج کو بھی نصیب نہ ہوا ہو۔ راجہ ٹوڈرمل وغیرہ کی قدر و منزلت کسی صورت میں بکرماجیت کے نورتنوں سے کم نہ تھی۔ مذہبی آزادی کے متعلق رائے بہادر لالہ بیج ناتھ اپنی کتاب "ہندوستان گذشتہ وحال" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"مسلمان فرماں رواؤں کی نسبت یہ اعتراض بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ان کے عہد میں نئے مندر بننے کی اجازت نہ تھی لیکن یہ سراسر غلط ہے۔ دہلی، آگرہ، متھرا وغیرہ میں جو اسلامی قوت وسطوت کے خاص مرکز تھے۔ بہت سے

1-The Caliphate...P-363.

مندر شاہان اسلام کے عہد کے تعمیر شدہ اس وقت تک موجود ہیں۔''

اورنگ زیب کے تو نام سے ہی ایک خونچکاں منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کم از کم اس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ جب تک سوا من زنار نہیں اتروا لیتا تھا۔ کھانا نہیں کھایا کرتا تھا۔[1]

لیکن تاریخ کے ان صفحات کو کہاں لے جایئے جن پر ثبت ہے کہ:

''اورنگ زیب کو خبر پہنچی کہ بنارس کے بعض حکام برہموں کو ستاتے ہیں تو اس نے ابوالحسن گورنر بنارس کو فرمان بھیجا کہ ہماری شریعت کا حکم ہے کہ مندر نہ ڈھائے جائیں اور ان کے پجاریوں پر سختی نہ کی جائے لہٰذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ کوئی شخص کسی برہمن یا ہندو پر کسی قسم کا دباؤ نہ ڈالے۔''[2]

اسی طرح بابو رام نرائن صاحب منیجر ریاست رام نگر اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔

''ضلع سیتا پور میں معرکہ کے مندر کو عالمگیر نے چند مواضعات جاگیر میں دیئے جو اب تک موجود ہیں۔ نیز متھرا کے نزدیک بلدیو راؤ کے مندر کو بہت سے گاؤں جاگیر میں دیئے''۔

بابو منوہر لال صاحب اوہری اپنے ایک مضمون میں رقم طراز ہیں:-

''اورنگ زیب نے مندروں کو جاگیریں دیں اس کے بڑے بڑے عہدہ دار ہندو تھے''۔

پروفیسر ایشوری پرشاد صاحب اپنی ''تاریخ ہند'' میں لکھتے ہیں:-

''ملتان میں توتلہ مائی کے مندر کو ایک سو روپیہ سالانہ جاگیر عالمگیر نے عطا فرمائی۔ ڈیرہ دون کے گوردوارہ کو جاگیر دی۔ ہندوؤں پر سے محصول جاترہ جو پہلے سے چلا آتا تھا موقوف کر دیا۔''

---

[1] اگر ایک زنار کے تاگہ کا وزن ایک تولہ بھی فرض کر لیا جائے تو گویا ۴۰۰۰ ہندو ہر روز مسلمان کیے جاتے تھے یا قتل کرا دیے جاتے تھے۔ اب اندازہ فرمایئے کہ اس کے پچاس سالہ عہد حکومت میں کس قدر ہندو مسلمان ہوئے یا قتل کیے گئے۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسے عمر کی زندگی کی طرح راہ بازی کی---- ہمارا مقصود تو اتنا تھا ہوگا۔ یا عجب۔ منہ

[2] ''بنارس گتی'' مصنفہ زنگن سلین صاحب۔ بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ وکیل۔

سکھ حضرات کے ہاں تو ''اورنگا'' کے مظالم کی داستانیں ہر تقریب پر دہرائی جاتی ہیں اور ان میں گورو گوبند سنگھ جی کے واقعات کو سب سے زیادہ نمایاں کیا جاتا ہے لیکن رائے بہادر کنھیا لال اپنی ''تاریخ پنجاب'' میں لکھتے ہیں:-

''گورو گوبند سنگھ جی نے محاصرہ کے بعد اورنگ زیب کو فارسی میں عرضی لکھی کہ میں سیاست سے الگ ہو کر عبادت کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں بادشاہ نے لکھا کہ اگر ایسا ہے تو آپ سے کوئی مزاحمت نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ اس نے تمام حکام کو اس کے مطابق احکام جاری کر دیئے۔''

متاخرین میں سے حیدر علی اور سلطان ٹیپو بھی اس بارے میں بہت بدنام کئے جاتے ہیں کہ انہوں نے بہت سے ہندو خاندانوں کو مسلمان کر لیا ان کے متعلق سر تھامس آرنلڈ لکھتے ہیں کہ:-

''یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ ان خاندانوں کا مسلمان ہونا ان بادشاہوں کے عہد سے بہت پہلے کا واقعہ ہے۔''

اسی حیدر علی کے دو وزیر برہمن تھے اور شاما برہمن اس کا معتمد خاص تھا۔[1] ملوکوٹہ میں جو وشنو کا مندر ہے اس میں دو چاندی کے برتن ہیں جن پر یہ عبارت کندہ ہے۔

''یہ برتن ٹیپو سلطان کی طرف سے بطور ہدیہ مندر کو دیئے گئے۔''

ان واقعات کے دہرانے سے ہمارا مطلب یہ نہیں کہ ان مسلمان فرماں رواؤں کی وسعت نظر اور کشادہ دلی کے قصائد لکھے جائیں بلکہ کہنا صرف یہ ہے کہ چونکہ ان کے عہد حکومت میں اسلامی کلچر اسلامی روایات اور اسلامی تعلیم کے کچھ نہ کچھ آثار باقی تھے۔ اس لئے ان کا تقاضا تھا کہ غیر مذاہب والوں سے رواداری کا برتاؤ کیا جائے۔ تاریخ کے یہ صفحات آپ کے سامنے ہیں غیر مسلم مصنفین کی شہادتیں موجود ہیں ان کی روشنی میں

۱۔ سوانح عمری حیدر علی۔ از ڈپٹی لال تم۔

مسلمانوں کے عہدِ حکومت پر نگاہ ڈالیے خواہ وہ عرب میں ہوں یا عجم میں، چین میں ہوں یا ترکستان میں، مصر میں ہوں یا ہندوستان میں۔ چونکہ قرآن کریم کی تعلیم کا تقاضا تھا کہ کسی شخص پر محض اختلاف مذہب کی بناء پر کوئی زیادتی نہ کی جائے اس لئے کسی کا ذاتی رجحان اور طبعی میلان کچھ ہی کیوں نہ ہو جب وہ قرآن کریم کو سامنے رکھ لیتا تھا تو عدل وانصاف سے اعراض نہیں کر سکتا تھا۔ جب عام مسلمانوں کی سلطنت میں غیر مسلموں کے ساتھ اس قسم کی مذہبی رواداری کا عملی ثبوت دیا جاتا تھا تو ظاہر ہے کہ جب دنیا میں صحیح معنوں میں خدا کی بادشاہت قائم ہو جائے تو اس وقت تمام نوع انسانی کو کس قدر آزادی مذہب اور حریت فکر حاصل ہوگی۔ غیر مذاہب کے حضرات اگر ان واقعات پر غور وفکر کی نگاہ ڈالیں تو وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ اسلام کا دامن ان تمام خونی دھبوں سے پاک ہے جو اس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ وہ دنیا کو امن وسلامتی کا پیغام دینے والا ہے اور کسی حالت میں بھی رشتۂ عدل وانصاف کو ہاتھ سے چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کے خدا کا اعلان ہے کہ

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭاِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ (۵/۸)

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان سے عدل نہ برتو۔ عدل کرو کہ وہ تقویٰ سے بہت قریب ہے۔

اور انہی واقعات کو دیکھنے کے بعد ایک عیسائی مصنف یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ :-

''تاریخ (کے واقعات) جو ہم نے اس کتاب کے صفحات پر بے نقاب کئے ہیں ظاہر کر رہے ہیں کہ اسلام ایشیاء کے عیسائیوں سے ''بزور شمشیر'' نہیں منوایا گیا۔ بلکہ اس کی اشاعت مسلمانوں کی روز افزوں ترقیوں کی وجہ سے ہوئی۔''[1]

1-The Eclips of Christianity in Asia., PP.183-184- & 143.

برعکس اس کے

"صلیبی لڑائیاں لڑنے والوں کے دل میں سب سے پہلے آرزو یہ تھی کہ وہ جناب مسیح کے لئے بزورِ شمشیر ایک سلطنت حاصل کرلیں۔"[1]

پرویز

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

1-2-The Eclips of Christianity in Asia., PP-183-184 & 143.,